اکائی (2) فی فضل الاقدمین: ابن المقفع

مشمولات

2.1 تمہید

2.2 اغراض ومقاصد

2.4 متن سبق

2.4 صاحب سبق کا تعارف

2.5 متن کا ترجمہ

2.6 لغوی تحقیق

2.7 ادبی صنف کا تعارف

2.7.1 صنف کی ہیئت وصورت

2.8 متن سبق کا موضوع

2.9 متن سبق کی توضیح وتشریح

2.10 متن کی خصوصیات

2.11 اسلوبی خصوصیات

2.12 خلاصہ

2.13 نمونے کے امتحانی سوالات

2.14 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

2.1 تمہید

عصر عباسی اول میں علوم وفنون کو خوب رواج حاصل ہوا، نثر نگاری خوب پروان چڑھی، ترجمہ نگاری کا فن اپنے اوج کمال کو پہنچا، بہت سی یونانی اور دیگر زبانوں کی کتابیں اور علوم وفنون عربی زبان میں منتقل ہوئے، منصور کے زمانے میں نجوم، ہیئت، اور طب کے کتابوں کی ایک بڑی تعداد عربی میں منتقل ہوئی، رشید کے زمانے میں المجسطی کا ترجمہ ہوا، ماموں نے دار الحکمت محض اس غرض سے قائم کیا کہ ادب وعلوم وحکمت کی ان تمام کتابوں کا ترجمہ عربی میں کرایا جائے، جریانی، سریانی، سنسکرت اور زبانوں میں مل سکیں، فلسفہ منطق، ادب وطب، اور نجوم وغیرہ کا بڑا سرمایہ اس عہد میں منتقل ہوا، ان تراجم کے کام کرنے والوں میں سرفہرست عبداللہ بن المقفع، آل نو بخت، فضل بن نو بخت، موسی بن خالد اور ان کے بھائی یوسف بن خالد، علی بن زیاد التیمی، ان میں بیشتر فارسی قدیم (پہلوی) زبان سے ترجمہ کرنے والے ہیں، سنسکرت (ہندی) کے ترجمہ کرنے والوں میں سکہ الہندی، ابن دہن شامل ہیں، ابن وحشیہ نے زراعت و باغبانی کی کئی عمدہ کتابیں قبطی (کلدانی) سے عربی میں منتقل کیا، نجوم، طبعیات اور میکانیات کے تراجم میں موسی بن شاکر اور اس کے لڑکے کا بڑا کردار رہا، اس دور میں فلسفہ، ادب،

منطق، طب، ریاضیات، نجوم، ہیئت، ہندسہ، زراعت، باغبانی، سحر، طلسمات، اور تاریخ وقصص کے کئی سو کتابیں ان تمام زبانوں سے حاصل کی گئیں اور بہت جلد عربی زبان کا بیش بہا سرمایہ بن گئیں۔ عبداللہ بن مقفع بھی اس دور کا ایک ترجمہ نگار اور صاحب طرز ادیب گذرا ہے، جس کی ترجمہ نگاری اور ادب کو خوب سراہا گیا، قاری کو چھوٹے چھوٹے، سہل انداز، مفہوم اور معلوم جملوں میں اپنی بات کرنے میں اس کا خاص اسلوب رہا ہے، اس کی کتابوں خصوصا کلیلہ ودمنہ اور الادب الکبیر کو نثر نگاری کا ایک اعلی نمونہ تصور کیا جاتا ہے، جو اپنی تحریری خوبیوں اور طرز نگارش، اور اسلوب وادا کے لحاظ سے ادب کے عظیم شاہ پارے شمار ہوتے ہیں۔

2.2 اغراض ومقاصد

ابن المقفع عصر عباسی اول کا نہایت عظیم ادیب گذرا ہے، جو اپنی عربی نثر نگاری میں یگانۂ روزگار اور ممتاز مقام رکھتا ہے، یہاں پر اس سبق "فی فضل الأقدمين" جو کہ دراصل ابن المقفع کی کتاب "الأدب الكبير" کا مقدمہ ہے، اس کے پڑھنے کے بعد قاری اس صاحب بصیرت، علم شناش، عربی داں، صاحب طرز ادیب کا ایک پیروگراف جو کہ ادب کا اعلی نمونہ ہے، اس کی طرز نگارش، اس کے اسلوب تحریر، اس کی فکری افق اور بصیرت کا اندازہ کر سکیں گے، اور علم وادب کے موتی اور مونگے اور زبان وبیان کا اسلوب بھی جان سکیں گے، اور اس تحریر سے استفادہ اور اس کے زبان وبیان سے شناوری بھی حاصل ہوگی، جو نہایت سلیس، چھوٹے چھوٹے، جملوں اور فقروں پر مشتمل ادب وبیان کا ایک شہہ پارہ جان سکیں گے۔

2.3 متن سبق

إِنَّاوَجَدْنَاالنَّاسَ قَبلَنَاكَانُوْاأَعْظَمَ أَجْسَامًا،وَأَوفَرَمَعَ أَجْسَامِهِمْ أَحْلَامًا،وَأَشَدَّ قُوَّةً، وَأَحْسَنَ بِقُوَّتِهِمْ للامور إِتْقَانًا،وَأَطْوَلَ أَعْمَارًا،وَأَفْضَلَ بِأَعْمَارِهِمْ لِلأَشْيَاءِ اِخْتِبَارًا۔فَكَانَ صَاحِبُ الدِّيْنِ مِنْهُمْ أَبْلَغَ فِيْ أَمْرِ الدِّيْنِ عِلْمًاوَعَمَلاً مِنْ صَاحِبِ الدِّيْنِ مِنَّا،وَكَانَ صَاحِبُ الدُّنْيَاعَلٰى مِثْلِ ذٰلِکَ مِنَ الْبلاَغَةِوَ الْفَضْلِ۔

وَوَجَدْنَاهُمْ لَمْ يَرْضَوْابِمَافَازُوْابِهٖ مِنَ الْفَضْلِ الَّذِيْ قُسِمَ لَهُمْ لأَنْفُسِهِمْ حَتّٰى أَشْرَكُوْنَامَعَهُمْ فِيمَاأَدْرَكُوامِنْ عِلْمِ الأُوْلٰى وَالآخِرَةِ فَكَتَبُوابِهِ الكُتُبَ البَاقِيَةَ،وَضَرَبُوا الأَمْثَالَ الشَّافِيَةَ،وَكَفَوْنَابِهٖ مُؤُونَةَ التَّجارِبِ وَالفِطَنِ۔وَبلغَ مِنِ اهتمامِهم بِذلِکَ أَنَّ الرَّجلَ مِنهُمْ كانَ يُفتَحُ لَه الْبابُ مِن العِلمِ،أَوِالكلِمةِ مِن الصّوابِ-وَهُوفِي الْبلَدِ غَيرِ المَأهُولِ-فَيَكْتُبُهُ على الصُّخُورِ،مُبادَرَةً لِلأَجلِ وَكَراهِيةً مِنْهُ أَنْ

يسقطُ ذٰلک عَمَّنْ بعدَہٗ۔

فَكَانَ صَنيعُهُمْ فِي ذلک صَنيعَ الْوَالِدِ الشَّفِيقِ عَلٰى وُلْدِهٖ، اَلرَّحِيمِ البَرِّبِهِمْ، الذي يَجْمعُ لَهم الأَموَالَ وَ العُقَدَ: إرادةَ أَن لاتكونَ عليهِمْ مُؤُونةً فِي الطَّلبِ، وَخشيةَ عَجزِهِمْ إن هُمْ طَلَبُوْا۔

فَمُنتهٰى عِلمِ عالِمِنَافِي هذاالزّمانِ أَن يَأْخُذَ مِن عِلمِهِمْ، وَغايةُ إحسانِ مُحسنِنَاأَن يَقتَدِيَ بِسِيرتِهِمْ، وَأَحسنَ مَايصيبُ مِن الحديثِ مُحدِّثُنَاأَن يَنظُرَ فِيْ كُتُبِهِمْ۔ فَيكونُ كَأَنَّهٗ إيَّاهُمْ يُحاوِرُ، وَمِنهُم يَستَمِعُ، وَآثارَهُم يَتَّبِعُ، وعلٰى أفعالِهِمْ يَحتَذِيْ، وبِهم يَقْتَدِيْ۔ غيرَ أَنَّ الَّذِيْ نَجِدُفِي كُتُبِهِمْ هَوَالْمُنتَحَلُ مِن آرائِهِمْ والْمُنتَقٰى مِن أَحَادِيثِهِمْ۔

وَلَم نَجِدْهُم غادَرُوا شَيئاً يَجِدُ واصِفٌ بليغٌ فِي صِفةٍ لَهٗ غايةً لَم يَسبقُوهُ إلَيها: لَا فِي تَعظيمِ اللهِ (عزوجل) وترغيبٍ فِيمَا عِندَہٗ، وَلا فِي تَصغيرِ لِلدُّنياوَتزهِيدٍ فِيها، وَلا فِي تَحريرِ صُنوفِ الْعِلمِ وَتقسيمِ قِسَمِها وَتَجزئَةِ أجزائِها وَتوضِيحِ سُبُلِها وَتبيينِ مآخِذِهَا، وَلا فِي وَجهٍ مِن وُجوهِ الأدبِ وَضُروبِ الأَخْلاقِ۔ فَلم يَبقَ فِي جَليلِ الأَمرِولا صَغيرِهٖ لِقائلٍ بَعدَهُم مَقالٌ۔ وَقدبقِيَتْ أشياءُ مِن لَطائفِ الأُمورِفيهامَواضِعُ لِغَوامِضِ الفِطَنِ، مُشْتَقَّةٌ مِن جِسامِ حِكَمِ الأَوَّلِينَ وَقَولِهِمْ۔ فَمِن ذٰلک بَعضُ مَا أَناكَاتِبٌ فِي كِتابِي هٰذامِن أَبوابِ الأَدَبِ الَّتِي قديَحتاجُ إلَيها النَّاسُ۔

2.4 صاحب سبق کا تعارف

پورا نام ’’ابومحمد عبداللہ بن المقفع ‘‘ ہے، تاریخ وادب کی کتابوں میں بالعموم صرف ’ابن المقفع ‘ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ عربی زبان کا بہت ہی مشہور ومعروف ادیب، دانشور، نثرنگار اور مترجم گزرا ہے۔ عربی ادب کی تاریخ اس کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتی۔ یہ پیدائشی اعتبار سے ایرانی النسل تھا اور مجوسی فکر وخیالات کا حامل تھا، پھر اسلام قبول کرلیا اور خلافتِ اموی وعباسی دونوں ادوار اس نے دیکھے۔ اس کا قدیم نام ’روزبہ‘ اور اس کے باپ کا قدیم نام ’داذویہ‘ ہے۔

اس کی پیدائش ایران کے ایک گاؤں میں ہوئی، خاندان شریفوں اور اصحابِ وجاہت لوگوں کا تھا، وطن میں رہ کر ہی اس نے فارسی اور پہلوی زبان میں تحریر وتقریر پر قدرت حاصل کی، اس کے والد عہد بنوامیہ میں حجاج بن یوسف کی ولایت کے زمانے میں فارس کے کسی نواحی صوبے میں محصلِ مالیات رہ چکے تھے، بعد میں انہیں بصرہ بھیج دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھیں کسی موقعے پر مالی خرد برد میں ملوث پایا گیا، جس کی بنا پر حجاج بن یوسف نے سخت سزا دی، ان کے ہاتھ اور انگلیوں پر خاص طور سے مارا گیا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں شل ہوگئیں اور وہ ’’المقفع‘‘ کہلانے لگے، اسی مناسبت سے ان کے بیٹے کو ابن المقفع کہا گیا اور وہ علمی وادبی دنیا میں اسی سے مشہور ہوگیا۔

ابن المقفع جب سن شعور کو پہنچا، تو اس کے والد ان دنوں بصرہ میں مالیات کے شعبے میں سرکاری ملازم تھے، انھوں نے بیٹے کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور باقاعدہ استاذ رکھ کر اس کی تعلیم کا انتظام کیا۔ اسے مکمل طور پر پڑھنے لکھنے کے لیے فارغ کردیا، ابن المقفع پیدائشی طور پر ذہین تھا اور طلب علم کا شوق رکھتا تھا؛ چنانچہ اس نے بہت جلد مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کرلی۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی اساتذہ سے کسبِ فیض کیا، البتہ ان میں دو اساتذہ کا ذکر عام طور پر کتابوں میں آتا ہے: ایک ابوالغول اور دوسرے ثور بن یزید۔ عربی اس کی مادری زبان نہیں تھی، مگر اپنی توجہ اور محنت اور اساتذہ کی عنایت کی بہ دولت وہ بہت جلد اس زبان میں اس حد تک ماہر ہوگیا کہ عربی میں شاعری کرنے لگا، پھر شاعری بھی ہلکی پھلکی نہیں؛ بلکہ اعلیٰ درجے کی کرتا تھا؛ چنانچہ اس کے اشعار ابوتمام کی مشہور کتاب ’’دیوان الحماسہ‘‘ میں بھی نقل کیے گئے ہیں۔

2.4.1 عملی زندگی:

ابن المقفع کی عملی زندگی زیادہ تر سرکاری ملازمتوں میں بسر ہوئی، ابتداءً وہ فارس کے ایک صوبے میں مسیح بن حواری نامی والی کے یہاں کاتب تھا۔ یہ عہدہ آج کل کے پرسنل سکریٹری یا ترجمان جیسا تھا۔ پھر کسی بنا پر مرکز سے مسیح بن حواری کی جگہ سفیان بن معاویہ بن یزید کو اس صوبے کا والی بنا کر بھیج دیا گیا۔ مسیح اپنا عہدہ چھوڑنے کو تیار نہ تھا؛ چنانچہ اس نے انکار کیا، ادھر سفیان بن معاویہ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا، بالآخر دونوں میں جنگ تک کی نوبت آ گئی اور سفیان کو شکست سے دوچار ہونا پڑا، ابن المقفع اس پورے سانحے میں مسیح بن حواری کے شانہ بہ شانہ رہا اور سفیان کی ہزیمت کے لیے اپنے طور پر اس نے مختلف حربوں اور پروپیگنڈوں سے کام لیا؛ حتی کہ سفیان کی خاندانی شرافت کو بھی نشانہ بنایا۔ کچھ دنوں بعد ابن المقفع کرمان میں داؤد بن یزید بن عمر بن ہبیرہ کا بھی کچھ مدت تک پرسنل سکریٹری رہا، اس کے بعد وہ بصرہ آ گیا اور دوسرے عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے چچا عیسی بن علی عباسی کے یہاں ملازم ہو گیا، اسی دوران وہ اسلام سے متاثر ہوا اور مجوسیت سے اسلام کی طرف منتقل ہو گیا۔ وہاں سے ترقی کر کے وہ سیدھے ابوجعفر منصور تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا اور اتنا ہی نہیں، دربارِ خلافت میں اعلیٰ منصب تک پہنچا اور خلیفہ کا ترجمان و سکریٹری بن گیا۔ اس کے شہرۂ آفاق ترجمہ ''کلیلہ و دمنہ'' کی تالیف کا یہی دور ہے۔ اس نے اپنی قابلیت اور خدمات کی بہ دولت علمی و ادبی حلقوں کے علاوہ خلیفہ کے یہاں نمایاں مقام حاصل کر لیا۔

2.4.2 قتل:

136ھ میں جب خلیفہ ابوجعفر منصور خلیفہ ہوا، تو اس کے ایک چچا عبداللہ بن علی العباسی نے بغاوت کر دی خلیفہ کی فوج سے مقابلہ ہوا، تو وہ شکست کھا گیا اور پناہ لینے پر مجبور ہوا، تو اپنے بھائی عیسی بن علی العباسی اور سلیمان بن علی العباسی کو ساتھ میں بطور سفارشی لے کر ابوجعفر کے یہاں طلبِ امان کے لیے حاضر ہوا۔ چچا کی درخواست اور دوسرے چچاؤں کی سفارش سن کر خلیفہ نے کہا ٹھیک ہے، میں نے آپ لوگوں کی بات سن لی ہے اور حسبِ مرضی فیصلہ جلد ہی کروں گا؛ لیکن اس سے پہلے کہ خلیفہ کوئی فیصلہ سناتا، کسی مجلس میں ابن المقفع نے ایسی بات کہہ دی کہ خلیفہ امان دینے پر مجبور ہو گیا اور اپنی رضامندی ظاہر کر دی؛ لیکن خود اس سے سخت ناراض ہو گیا کہ اس نے ایسی سفارش کیوں کی؟ اب یہ خلیفہ کی نظر میں چڑھ گیا، مگر خلیفہ چوں کہ اس کا قدردان تھا؛ چنانچہ بجائے اس کے کہ خود اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا، اسے اپنے یہاں سے ہٹا کر سفیان بن معاویہ، جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا، اس کی ماتحتی میں بھیج دیا۔ جیسا کہ مذکور ہوا مسیح بن حواری والے واقعے میں ابن المقفع نے کھل کر سفیان کی مخالفت کی تھی، حتی کہ اس کی خاندانی شرافت وغیرہ پر بھی سوال کھڑے کیے تھے؛ بلکہ تاریخ کی کتابوں میں تو اس کے تعلق سے عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں، مثلاً یہ کہ ابن المقفع سفیان کے بارے میں کہتا تھا کہ وہ ایک بدچلن عورت کا بیٹا ہے، وہ اسے سامنے ہی نہایت بھدی اور ننگی گالیاں دیا کرتا تھا، سفیان اس سے اس حد تک زچ ہوا کہ اس نے عہد کر لیا تھا کہ قابو پاتے ہی ابن المقفع کو نہایت دردناک طریقے سے قتل کرے گا اور اس کے ایک ایک عضو کو کٹوا دے گا؛ چنانچہ اپنے یہاں ملازم ہونے کے بعد اس نے ابن المقفع کو کسی معاملے میں پھنسا دیا، جب اس کا پتا ابن المقفع کو چلا، تو اس نے پھر سفیان کو ماں کی گالی دی، اب اس کا غصہ ساتویں آسمان پر تھا۔ اس نے ملازمین سے کہا کہ ایک تندور میں آگ دہکائیں، پھر ابن المقفع کو بلوایا اور اس کا ایک ایک عضو کٹوا کر اس کے سامنے ہی اس آگ میں ڈلواتا رہا، حتی کہ اس کی موت واقع ہو گئی۔ یہ واقعہ 142ھ میں پیش آیا، اس وقت ابن المقفع کی عمر کل 36 سال تھی۔ یہ خبر یقیناً خلیفہ تک پہنچی ہو گی، مگر وہ تو پہلے ہی اس سے چڑا ہوا تھا؛ چنانچہ اس نے کوئی ایکشن نہیں لیا۔

2.4.3 سیرت و اخلاق:

ابن المقفع کی پوری زندگی پر ایک نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ متضاد کرداروں کا مالک تھا، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے بعد پھر زندیق یعنی ملحد اور بے دین ہو گیا تھا، مگر یہ بات درست نہیں ہے، تھا تو وہ مسلمان ہی، البتہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اس کے عادات و

اطوار یا انفرادی واجتماعی زندگی پر کچھ خاص اثر نہیں پڑا تھا اور اس کی زندگی میں مذہبیت کے آثار کچھ زیادہ نہیں پائے جاتے تھے۔ہاں البتہ انسانی جذبات اس کے یہاں بے پناہ پائے جاتے تھے؛ چنانچہ وہ ایک فیاض اور سخی انسان تھا، جذبہ ایثار سے ہم کنار تھا، ضرورت مندوں اور مصیبت زدہ افراد کی مدد کرتا تھا، کئی بار اس نے اپنی جان پر کھیل کر دوسروں کو مصیبت سے نکالا اور انھیں نئی زندگی دی۔اس نے جس قسم کی کتابوں کے ترجمے کیے ہیں، ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی طبیعت میں انسانیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

2.4.4 زبان وبیان کی خوبی:

ابن المقفع نے عموماً فارسی یا پہلوی زبان سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، کچھ اشعار بھی کہے ہیں، اس کی زبان میں سلاست وروانی، ایجاز واختصار، سہل نگاری اور مترادفات سے پرہیز کا وصف پایا جاتا ہے، جو اس دور کے عربی ادب میں عام طور پر رائج نہیں تھا، وہ مسجع عبارتوں کا استعمال تقریباً نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے بیان میں غموض وابہام ہوتا ہے، سچی بات یہ ہے کہ اس نے عربی ادب میں ترجمہ کے ایک بالکل نئے اور منفرد دور کا آغاز کیا اور اس کی بنا ڈالی، خلافت عباسیہ کے اوائل میں جب ترجمہ وتصنیف کا کام بڑے پیمانے پر سرکاری سرپرستی میں شروع ہوا، تو ابن المقفع اس تحریک کے سرخیلوں میں تھا اور اس نے علمی وعملی طور پر ترجمے کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

2.4.5 عربی ترجمے:

ابن المقفع نے مختلف اہم کتابوں کا دوسری زبان سے عربی میں ترجمہ کیا ہے، ان میں مختلف موضوعات سے متعلق کتابیں شامل ہیں، بعض کتابوں کے نام اس طرح ہیں:

(1) کلیلۃ ودمنۃ — پہلوی سے عربی (حکیمانہ قصے واقوال)

(2) کتاب الرسوم — پہلوی سے عربی (ایرانی آئین کا ترجمہ)

(3) کتاب التاج — پہلوی سے عربی (نوشیرواں کی سوانح)

(4) سیر ملوک العجم — پہلوی سے عربی (عجمی بادشاہوں کی سوانح)

ارسطو اور فرفیوس صوری کی منطق وفلسفہ کی کتابوں کا فارسی سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔

2.4.6 تالیفات:

(1) الادب الکبیر — پندونصائح کا مختصر مجموعہ

(2) الادب الصغیر — پندونصائح کا مجموعہ

(3) الدرۃ الیتیمۃ — پندونصائح کا مختصر مجموعہ

(4) رسالۃ الصحابۃ

بعد میں کئی لوگوں نے اس کے اقوال، حکم، رسائل وغیرہ کو بھی کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔

2.5 متن سبق کا ترجمہ

ہم سے پہلے کے لوگ جسمانی اعتبار سے عظیم ہونے کے ساتھ بڑی عقل والے بھی ہوتے تھے، طاقت ور بھی ہوتے تھے، اپنی طاقت کا استعمال کر کے مختلف امور کو اچھی طرح انجام دیتے تھے، ان کی عمریں طویل ہوتی تھیں، وہ طویل العمر ہونے کے ساتھ چیزوں کی پہچان اور پرکھ کی صلاحیت بھی

رکھتے تھے،ان میں سے جو مذہبی لوگ تھے، وہ ہمارے عہد کے مذہبی انسانوں سے علم وعمل میں بہتر تھے،اسی طرح اس زمانے کے جو اہلِ دنیا تھے، وہ بھی فضل وکمال میں ہمارے زمانے کے اہلِ دنیا سے فائق تھے۔

پھر جو علم وفضل اور کمالات انھیں مقدر کیے گئے تھے، وہ صرف انہی پر خوش نہیں ہو گئے ؛ بلکہ انھوں نے حاصل کردہ دنیوی واخروی علوم میں ہمیں بھی شریک کیا اور بہت سی باقی رہنے والی کتابیں لکھیں، تشفی بخش (عمدہ) مثالیں قائم کیں اور ہمیں تجربہ وذہنی مشقت سے محفوظ رکھا۔ وہ اس بات کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ اگر ان میں سے کسی پر علم کا کوئی دروازہ کھلتا یا کوئی درست بات معلوم ہوتی (اور وہ کسی غیر آباد مقام پر ہوتا) تو وہ موت کے اندیشے اور اس خیال سے کہ یہ بات آنے والی نسلوں تک پہنچنے سے رہ نہ جائے، اسے پتھروں پر لکھ لیتا۔ اس سلسلے میں ان کا رویہ ایک ایسے شفیق، مہربان ومحسن باپ کی طرح تھا، جو اپنی اولاد کو محنت ومشقت اور تکلیف سے بچانے کے مقصد سے اموال وجائداد جمع کر کے رکھتا ہے۔

پس ہمارے عہد کے اہلِ علم کے علم کی انتہا یہ ہے کہ وہ ان کے علوم سے استفادہ کرے اور ہمارے محسن کے احسان کی غایت یہ ہے کہ وہ ان کے عمل کی پیروی کرے اور ہمارے عہد کے محدث کی سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرے، یہ ایسا ہی ہے گویا وہ ان لوگوں سے بات چیت کر رہا ہے اور ان کی باتیں سن رہا ہے، ان کے نقشِ پا کی پیروی کر رہا ہے، ان کے اعمال کو اپنا رہا ہے اور ان کی اقتدا کر رہا ہے۔ البتہ ہم ان کی کتابوں میں جو کچھ پاتے ہیں، وہ ان کے منتخب آرا وافکار اور چنیدہ باتیں ہیں۔

انھوں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی ہے، جس کی طرف کسی دقت پسند انسان کا ذہن جاتا ہو، چاہے اللہ عزوجل کی عظمت بیان کرنے اور اس کے پاس موجود نعمتوں کی ترغیب دلانے کی بات ہو یا دنیا کی تحقیر اور اس سے احتراز کرنے کی، چاہے علم کے انواع واصناف کا بیان اور مختلف اقسام میں اس کی تقسیم، اس کی جزئیات کا بیان، اس کے ذرائع اور طریقوں کی وضاحت اور مآخذ ومصادر کی تشریح ہو یا ادب واخلاق کی مختلف قسموں کا بیان۔ کسی بھی بڑے چھوٹے معاملے یا موضوع پر کسی کے لیے کہنے کو کچھ نہیں بچا۔ کچھ ایسے دقیق امور ہیں، جو ذہین افراد کے کام کے ہیں اور وہ اسلاف کی بڑی بڑی حکمتوں اور اقوال سے مشتق ہیں، انہی میں سے بعض کو میں اس کتاب کے ابواب الادب میں لکھ رہا ہوں، جن کی لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔

2.6 لغوی تحقیق

أوفر	:	زیادہ
أحلام(و)حِلم	:	عقل، بردباری
إتقان	:	کسی کام کو اچھی طرح رمضبوطی سے کرنا (أتقن، يتقن، إتقانا: إفعال)
أعمار(و)عمر	:	زندگی، عمر
مؤونة	:	مشقت، محنت، بوجھ
التجارب	:	(و) تجربة، جس چیز کو بار بار آزمایا گیا
فطن(وفطنة)	:	ذہانت، ذہنی صلاحیت، ہوشیاری، مہارت
اقتدى بأحد	:	پیروی کرنا (اقتدى، يقتدي، اقتداء: افتعال)
غير المأهول	:	غیر آباد
صخور(و)صخر	:	پتھر
عقد(و)عقدة	:	زمین، جائداد، قیمتی چیز

سقط	:	رنا،ضائع ہونا(سقط، يسقط، سقوطا:نصر)
صنيع	:	عمل،طرزِعمل
حاور	:	بات چیت کرنا(حاور، يحاور، محاورة:مفاعلة)
احتذى على فعل أحد	:	کسی کی پیروی کرنا،کسی کےنقش قدم پرچلنا(احتذى، يحتذي، احتذاء ا:افتعال)
المنتحل	:	پسندیدہ،چنیدہ
المنتقى	:	منتخب کردہ،اخذ کردہ
غادر شيئا	:	چھوڑنا(غادر، يغادر، مغادرة:مفاعلة)
صغر شيئا	:	کسی چیز کو چھوٹا سمجھنا،حقیر جاننا(صغر، يصغر، تصغيرا:تفعيل)
سبل(و)سبيل	:	راستہ
ضروب(و)ضرب	:	قسم
جليل الأمر	:	بڑی چیز،قابلِ ذکر بات/معاملہ/چیز
صغير الأمر	:	معمولی چیز/معاملہ

2.7 ادبی صنف کا تعارف

ابن المقفع دراصل "الأدب الكبير" کے اس مقدمے میں جو "في فضل الأقدمين" سے موسوم ہے، اس میں اس نے ادب کی ایک صنف یعنی علماء، حکماء، فلاسفر، متقدمین کے اقوال اور ان کے پند ونصائح، حکم وعبر کو نہایت فصیح وبلیغ اور ادبی انداز میں پیش کیا ہے، جملے مختصر، الفاظ کی بندش بہت مضبوط، ادب کے اعلی نمونے محسوس ہوتے ہیں،، پیشکش اور طرز تحریر کا انداز بھی نہایت انوکھا، دل کو لبھاتا، نہایت سلیس عربی ادب کا ایک جامع نمونہ معلوم ہوتا ہے۔

2.7.1 صنف کی ہیئت وصورت

"في فضل الأقدمين" جو دراصل "الأدب الكبير" کا مقدمہ ہے، اس میں عبد اللہ بن مقفع اپنے اچھوتے، البیلے طرزِ نگارش میں متقدمین کے اقوال اور پند ونصائح کی قیمت واہمیت اور اسلاف کے جواہر پاروں اور ان کے تجربات، زرین اقوال کی اہمیت کو وافادیت کو بتانا چاہتے کہ متقدمین علماء، حکماء، فلاسفر کے جو اقوال وحکم ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی کے تجربہ کی روشنی کہے ہیں، جسمانی ساخت وبناوٹ، ذہنی اپج، علمی اور عملی اعتبار سے سب سے لائق اور فائق تھے، انہوں نے ہمارے لئے تجربات اور ہدایات کا ایک ایسا قیمتی اور وقیع ذخیرہ چھوڑا ہے اور ہر بات کو محفوظ کرنے اور اپنے اخلاف کو بتانے کے لئے محفوظ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، پتھروں اور اس دور کے دریافت شدہ حفاظت علم کے اسباب میں اپنے پند ونصائح، حکم وعبر کو کندہ کر گئے جیسا شفیق باپ اپنے بچوں کے مال ودولت اور اسباب وسامان چھوڑ جاتا ہے، ان اقوال کو محفوظ کرنا اور ان کا مطالعہ کرنا اور ان کو زندگی میں روبہ عمل لانے کی نصیحت کرتے ہوئے نہایت دلکش تحریر میں ان اقوال کو اس کتاب میں پیش کرتا ہے، جو اس صنف ادب کی ہیئت وصورت ہے۔

2.8 متن سبق کا موضوع

عبد اللہ ابن المقفع عصرِ عباسی اول کے نمایاں نثر نگاروں، ادیبوں اور اہلِ دانش میں سے ایک ہے۔ اس نے علمی وادبی سطح پر جو کارنامے انجام

دیے، وہ بے مثال ہیں اور آج بھی عربی ادب کی دنیا میں ان کا اعتراف کیا جاتا ہے۔اس کا ایک بڑا کام یہ ہے کہ اس نے ماضی بعید میں حکما و مصلحین اقوام کے تجربات، اقوال اور ان سے منسوب اصلاحی کہانیوں اور واقعات کو عربی زبان میں منتقل کیا، اس کے پیش نظر یہ مقصد تھا کہ بعد کے لوگ بھی ان کے حکیمانہ اقوال اور کہانیوں سے فائدہ اٹھائیں اور ان سے سبق لے کر اپنی زندگی اور اخلاق کو بہتری کے راستے پر ڈالیں۔کلیلہ و دمنہ ایک ایسی کتاب ہے، جس میں ہندوستانی حکما سے منسوب مختلف حکیمانہ واقعات بیان کیے گئے ہیں، ابن المقفع نے اس کتاب کی اہمیت کو محسوس کیا اور پہلوی زبان سے اسے عربی میں منتقل کیا، اس سے جہاں اس کتاب کو بقاے دوام حاصل ہوگیا، وہیں عبداللہ ابن المقفع عربی ہی نہیں؛ بلکہ عالمی ادب میں زندہ و پایندہ ہوگیا۔مذکورہ بالا عبارت بھی اس کی ایک ایسی ہی کتاب کا پیش لفظ ہے، کتاب کا نام''الادب الکبیر'' ہے، جس میں اس نے اگلوں کے اقوال و ہدایات کو نقل کیا ہے اور ان کے ذریعے سے شاہی درباروں کے ادب آداب سے واقف کرانے کے ساتھ عام انسان کو بادشاہوں کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے، اس حوالے سے قیمتی اقوال نقل کیے گئے ہیں، ساتھ ہی اس کے دوسرے حصے میں دوستی کے تعلق سے نہایت کارآمد اور مفید اقوال نقل کیے گئے ہیں۔پیش لفظ میں عبداللہ ابن المقفع نے اسلاف کی علمی برتری، ان کی حکمت و دانش مندی، ان کی دین داری، ان کے تدبر، علم اور حصولِ علم کے تئیں ان کی بے مثال دلچسپی ولگن اور پھر اس علم کو آنے والی نسلوں تک منتقل کرنے کے حوالے سے ان کے غیر معمولی جذبے کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ ہمارے اسلاف و اکابر مختلف علوم وفنون پر پہلے اتنا کچھ کہہ اور لکھ گئے ہیں کہ اب بس اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے، اس کے علاوہ ہمیں تجربہ یا ذہنی مشقت اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ہم اگر محض عہدِ ماضی کے اربابِ علم و دانش کی کتابوں ہی سے کما حقہ استفادہ کریں، تو بھی اپنی علمی و عملی زندگی کو سنوار سکتے ہیں۔

2.9 متن سبق کی توضیح وتشریح

۱- إِنَّاوَجَدْنَاالنَّاسَ قَبلَنَاكَانُوْاأَعْظَمَ أَجْسَامًا،وَأَوفَرَمَعَ أَجْسَامِهِمْ أَحْلَامًا،وَأَشَدَّ قُوَّةً، وَأَحْسَنَ بِقُوَّتِهِمْ للامور إِتْقَانًا،وَأَطْوَلَ أَعْمَارًا،وَأَفْضَلَ بِأَعْمَارِهِمْ لِلأَشْيَاءِ اِخْتِبَارًا۔فَكَانَ صَاحِبُ الدِّيْنِ مِنْهُمْ أَبْلَغَ فِيْ أَمْرِالدِّيْنِ عِلْمًاوَعَمَلاً مِنْ صَاحِبِ الدِّيْنِ مِنَّا،وَكَانَ صَاحِبُ الدُّنْيَاعَلٰى مِثْلِ ذٰلِكَ مِنَ الْبَلاَغَةِوَالْفَضْلِ۔

ہم سے پہلے کے لوگ جسمانی اعتبار سے عظیم ہونے کے ساتھ بڑی عقل والے بھی ہوتے تھے (یعنی یہ لوگ جسمانی توانائی اور قوت کے حامل ہونے کے ساتھ عقل وفہم میں بھی لائق اور فائق تھے) طاقت ور بھی ہوتے تھے، اپنی طاقت کا استعمال کر کے مختلف امور کو اچھی طرح انجام دیتے تھے، (ان کی جسمانی طاقت وقوت کا یہ حال تھا اور اس کے استعمال کے تئیں وہ اس قدر حساس تھے کہ وہ ہر کام کو بحسن وخوبی انجام دیتے تھے) ان کی عمریں طویل ہوتی تھیں، وہ طویل العمر ہونے کے ساتھ چیزوں کی پہچان اور پرکھ کی صلاحیت بھی رکھتے تھے، (یعنی وہ طویل العمر ہونے کے ساتھ طویل التجربہ بھی تھے) ان میں سے جو مذہبی لوگ تھے، وہ ہمارے عہد کے مذہبی انسانوں سے علم وعمل میں بہتر تھے، اسی طرح اس زمانے کے جو اہلِ دنیا تھے، وہ بھی فضل وکمال میں ہمارے زمانے کے اہلِ دنیا سے فائق تھے۔ (قدیم زمانے کے مذہبی لوگ بھی ہمارے دور کے مذہبی علوم کے حامل لوگوں سے زیادہ علوم وفنون کے زیادہ حامل تھے، اہلِ دنیا کی بھی یہی حالت تھی)

اوفر: زیاد، کثیر، احلام (و) حِلم: عقل، بردباری، اتقان: کسی کام کو اچھی طرح مضبوطی سے کرنا (اتقن، یتقن، تقانا: فعال)، اعمار (و) عمر: زندگی، عمر، اختبار: امتحان، جانچ، پرکھ، (اختبر یختبر اختبارا، افتعال) أبلغ: زیادبہتر، زیادہ بہتر انداز میں انجام دینا (ابلغ یبلغ ابلاغا، افعال)

۲- وَلَم نَجِدْهُم غادَرُوا شَيئًا يَجِدُ واصِفٌ بليغٌ فِي صِفةٍ لَهُ غايةً لَم يَسبقُوهُ إِلَيها: لَا فِي تَعظِيمِ الله (عز وجل) وترغيبٍ فِيمَا عِندَه، وَلا فِي تَصغِيرِ لِلدُّنياوَتزهِيدِ فِيها، وَلا فِي تَحريرِ صُنوفِ الْعِلمِ وَتقسيمِ قِسَمِها وَتَجزِئَةِ أجزائِها وَتوضِيحِ سُبُلِها وَتبيِينِ

مآخِذِهَا، ولا فِي وَجهٍ مِن وُجوهِ الأَدبِ وَضروبِ الأَخلاقِ۔ فَلم يَبقَ فِي جَليلِ الأَمرِ ولا صَغيرِهِ لِقائلٍ بَعدَهُم مَقالٌ۔ وَقدبَقِيَتْ أشياءُ مِن لَطائفِ الأُمورِ فِيهامَواضِعُ لِغَوامِضِ الفِطَنِ، مُشتَقَّةٌ مِن جِسامِ حِكَمِ الأَوَّلِينَ وَقَولِهِم۔ فَمِن ذٰلکَ بَعضُ مَا أَنا كَاتِبٌ فِي كِتابِي هٰذامِن أَبوابِ الأَدَبِ الَّتِي قديَحتاجُ إِلَيها النَّاسُ۔

انھوں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی ہے، جس کی طرف کسی وقت پسند انسان کا ذہن جاتا ہو، چاہے اللہ عزوجل کی عظمت بیان کرنے اور اس کے پاس موجود نعمتوں کی ترغیب دلانے کی بات ہو یا دنیا کی تحقیر اور اس سے احتراز کرنے کی، (یعنی ان لوگوں نے امور آخرت مثلا اللہ عزوجل کی تعریف وتوصیف، جنت اور اس کی بے پایاں نعمتوں، دنیا اس کی حقارت، کم مائیگی اور بے بضاعتی کے بیان کے حوالے سے کوئی چیز نہیں چھوڑی) چاہے علم کے انواع واصناف کا بیان اور مختلف اقسام میں اس کی تقسیم، اس کی جزئیات کا بیان، اس کے ذرائع اور طریقوں کی وضاحت اور مآخذ ومصادر کی تشریح ہو یا ادب واخلاق کی مختلف قسموں کا بیان۔ (یعنی تمام علوم وفنون کے حوالے سے انہوں نے لازوال اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، اس کی مختلف انواع واقسام اور اس کے جزئیات وفرعیات اور ذرائع وطریق، ومآخذ ومصار کی بھی نشاندہی کردی ہے، ادب واخلاق کے حوالے تمام امور اس کے کلیات اور جزئیات کے ساتھ بیان کردیئے ہیں،) کسی بھی بڑے چھوٹے معاملے یا موضوع پر کسی کے لیے کہنے کو کچھ نہیں بچا۔ کچھ ایسے دقیق امور ہیں، جو ذہین افراد کے کام کے ہیں اور وہ اسلاف کی بڑی بڑی حکمتوں اور اقوال سے مشتق ہیں، انہی میں سے بعض کو میں اس کتاب کے ابواب الادب میں لکھ رہا ہوں، جن کی لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ (آخیرش ابن المقفع کہتا ہے، ہر چھوٹے بڑے معاملے سے متعلق اسلاف کے اقوال اور پندونصائح کلمات، وتجربات موجود ہیں، چند دقیق اور باریک اور نہایت لازوال امور ہیں، جس کو میں نے انہیں کے اقوال اور حکم سے مشتق کیا ہے، وہ ادب اور اخلاق سے متعلق ہیں، جن کی ضرورت انسان کو زندگی کے ہر موقع اور لمحے میں پڑتی ہے، اسی کا بیان کررہا ہوں)

غادر شيئا: چھوڑنا (غادر، يغادر، مغادر: مفاعل)، سبق ليه: (ض): پالینا، صغر شيئا: کسی چیز کو چھوٹا سمجھنا، حقیر جاننا (صغر، يصغر، تصغيرا: تفعيل) زهد في شيئ: کسی چیز سے بے رغبتی اختیار کرنا، (زهد يزهد زهدا، (ف)، تقسيم: تقسیم کرنا، (قسم يقسم تقسيما (تفعيل)، جزّا شيئا: کسی چیز کا تجزیہ کرنا، حاصل بیان کرنا، (جزى يجزّى تجزية (تفعيل)، سبل (و) سبيل: راستہ، ضروب (و) ضرب: قسم، مآخذ: (و) مأخذ، مرجع، مصدر، مآخذ، وجہ: صورت، صنف، (ج) وجوه، ضروب: (و) ضرب، نوع، قسم، مقال: قول، لطائف: (و) لطيفة: غریب اور نایاب چیزیں، غوامض: (و) غامضة: پوشیدہ اور چھپی چیزیں، یہاں اصناف علم مراد ہیں، جليل الأمر: بڑی چیز، قابلِ ذکر بات/معاملہ/چیز صغير الأمر: معمولی چیز/معاملہ

2.10 متن سبق کی خصوصیات

۱۔ ابن المقفع کی اس صنف ادب کے تعلق سے دو کتابیں ہیں، "الأدب الصغير، الأدب الكبير" یہاں ادب سے مراد اخلاق ہیں، یہاں ادب، زبان دانی کے نہیں ہیں، جیسا کہ اس حوالے سے یہ لفظ معروف ومشہور ہے، یہاں ادب سے مراد تہذیب اخلاق ہیں، ان دونوں کتابوں خصوصا ادب کبیر میں بے شمار اخلاقیات کے حوالے امور، اصول ومبادی بیان کئے گئے ہیں، ان کتابوں میں ابن المقفع کی بحیثیت معلم اخلاق کے نظر آتا ہے۔ ادب واخلاق کے حوالے سے سیر حاصل، عقل ودانش پر مبنی گفتگو کرتا ہے۔

۲۔ اس کتاب کا ابن المقفع ناقل ہے، اس لئے کہ وہ فارسی علماء، وحکماء کے اقوال بکثرت نقل کرتا ہے، یا اس کی حیثیت شارح کی ہے، یا یہ مصنف اور مؤلف ہے، اس حوالے سے صحیح قول یہی ہے کہ اس کی حیثیت جہاں ناقل کی ہے وہیں اس کی حیثیت مؤلف کی بھی ہے، کیوں کہ یہ فارسی علماء کے حکم وامثال کو بکثرت نقل کرتا ہے کبھی کہتا ہے: "احفظ قول الحكيم الذى قال" (اس حکیم کے قول کو یاد کرلو) اور کبھی کہتا ہے "سمعت

العلماء قالوا: "(میں نے علماء کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے)"۔

۳۔ اس کتاب کو ابن المقفع نے دو قسموں پر منقسم کیا ہے، پہلی قسم میں دو حصے ہیں، پہلے حصے میں آدابِ سلطانی یعنی بادشاہ کی مصاحبت کے آداب وغیرہ بیان کئے ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں دوستوں کے ساتھ معاملہ، دوستوں کے انتخاب، دوستی کی اہمیت، اچھے اور برے دوستوں کے فرق کو مختلف ابواب کے تحت بیان کیا ہے۔

۴۔ ابن المقفع کی زندگی چونکہ بادشاہوں کے ساتھ گذری ہے، اس لئے اس تعلق سے وہ بکثرت نقل کرتا ہے، اس حوالے سے اس نے اسلاف اور اخلاف سے منقول اور ماثور اقوال کو نقل کیا ہے، نہایت دقت نظر اور حسن ادار کے ساتھ ان چیزوں کو پیش کیا ہے، دوسرے حصے میں دوستوں کے حوالے سے زرین اقوال وحکم کو بیان کرتا ہے، وہ دوستی کو زندگی کا نچوڑ اور خلاصہ سمجھتا ہے، آدمی دوستوں سے اپنے راز اور پوشیدہ امور کو بیان کرتا ہے، اس لئے اس نے دوستوں کے انتخاب کے حوالے سے نہایت دقیق اور باریک اصول بیان کئے ہیں، اس کے علاوہ اس نے اس میں معاشرہ میں پائے جانے عیوب، اپنے زمانے کے حکام کے ظلم وستم، عوام کے ساتھ ہونے والے مظالم، دین اور رائے میں نزاع اور اختلاف ان تمام امور کو پیش کیا ہے۔

۵۔ اس سبق میں بھی وہ دراصل اسلاف کے اقوال اور حکم اور ان کے پند ونصائح کی اہمیت وافادیت کو بتانا چاہتا ہے، اسلاف اور علماء نے ہمارے علم کا بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا ہے، صاحب دین اور صاحب دونوں اپنے امور میں نہایت چابک دست اور قابل لوگ تھے۔

۶۔ کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں انہوں نے ہماری دنیا اور آخرت کے حوالے سے کامیابی وکامرانی کے تعلق سے تمام امور کو بیان کر دیا ہے، اپنے تجربات کے نچوڑ اور خلاصہ کو پیش کیا ہے، ضرب الامثال اور حکمتیں بیان کی ہیں، ہمارے لئے کتابیں لکھی ہیں۔ بلکہ انہوں نے علوم کی حفاظت وصیانت کے حوالے سے اس قدر اہتمام اور التزام کیا کہ اگر وہ کسی ایسی جگہ ہوتے جہاں انہیں لکھنے کے آلات میسر نہ آتے تو وہ ان باتوں کو بعد والوں کے لئے مفید اور نفع بخش ہوتی ہیو، اس کو چٹانوں پر لکھ لیتے کہ تضییع کا شکار نہ ہو جائیں۔

۷۔ اس لئے اخلاف کو چاہئے کہ وہ اسلاف کے اس ذخیرہ کی قدر کریں، ان کے نقش پا پر چلیں، ان کے نشاناتِ راہ کو اختیار کریں، ان کو اپنا مقتدا اور قائد بنائیں، ان کی کتابوں کا مطالعہ کریں، یہ ان سے بات کرنے اور ان سے براہ راست سننے، ان نقش قدم پر چلنے اور ان کے افعال کی اقتداء وپیروی کے مماثل ہے، اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنے تجربات اور زندگی کے نتائج کا ہی نچوڑ پیش کیا ہے۔

۸۔ اللہ عزوجل کی تعظیم وتکریم، اللہ عزوجل کی نعمتوں چاہت، دنیا کی حقارت، دنیا سے کنارہ کشی، اس طرح اور دیگر تمام علوم وفنون تمام اخلاق وآداب کو انہوں نے بیان کر دیا ہے۔ انہیں میں سے بعض قیمتی اور نادر امور کو میں نے اپنی اس کتاب میں انتخاب کر کے پیش کیا ہے۔

2.11 اسلوبی کی خصوصیات

۱۔ عبداللہ بن مقفع کا طرز تحریر اس قدر نرالا اور انوکھا تھا کہ اس نے خود اعتمادی اور نخوت میں قرآن شریف کے جواب کی لکھنے کی ٹھانی، سوائے الزام الحاد کے کچھ ہاتھ نہ آیا، بعد میں عاجز ہو کر تائب ہوا۔

۲۔ اس کی تحریر میں فصاحت وبلاغت، طرزِ تحریر، اختراع معانی، اور جدت پسندی نظر آتی ہے، شیریں بیانی اس کی تحریر کا خاص وصف ہے۔ اس کی نگارشات کا یہ شیریں پہلو اس کی اس خاص تحریر "فی فضل الأقدمین" میں بھی نظر آتا ہے۔

۳۔ یہ عبارات کو نہایت سادہ اور مفہوم الفاظ میں نہایت حسن وخوبصورتی کے ساتھ اس طرح پیش کرتا ہے، وہ ادب کا اعلی نمونہ بن جاتے ہیں، ہر کس وناکس کے لئے اس کا سمجھنا آسان اور سہل تر ہو جاتا ہے، لیکن اس کی تحریر سہل ممتنع کے مصداق ایسی آسان ہونے کے باجود ادب، سجع وقافیہ

بندی کو لئے ہوتی ہے، صوتی ہم آہنگی، چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال، نامانوس اور غریب اور حوشی الفاظ سے احتراز اس کی اس تحریر کا خاص وصف ہے، الفاظ کی کوئی بھر مار نہیں ہوتی ہے، لیکن موتے کو دھاگے میں جس طرح جڑا جاتا ہے، ایسے جملوں کو نہایت خوبصورتی، قافیہ بندی اور صوتی ہم آہنگی کے ساتھ جوڑ دیتا ہے، یہی سادہ الفاظ عربی ادب کا شاہکار اور اعلی نمونہ نظر آنے لگتے ہیں۔

۴۔ ابن المقفع کے متن کی اسلوب خصوصیات میں سہل اور آسان الفاظ کا نہایت صوتی ہم آہنگی کے ساتھ سجع بندی اور قافیہ کی رعایت کے ساتھ لانا ہے، إنَّاوَجَدْنَاالنَّاسَ قَبلَنَا كَانُوا أَعْظَمَ أَجْسَامًا، وَأَوفَرمَعَ أَجْسَامِهِمْ أَحْلامًا، وَأَشَدَّ قُوَّةً، وَأَحْسَنَ بِقُوَّتِهِمْ للامور إتْقَانًا، وَأَطْوَلَ أَعْمَارًا، وَأَفْضَلَ بِأَعْمَارِهِمْ لِلأَشْيَاءِ اختِبَارًا۔ فَكَانَ صَاحِبُ الدِّيْنِ مِنْهُمْ أَبْلَغَ فِي أَمْرِ الدِّيْنِ عِلْمًا وَعَمَلاً مِنْ صَاحِبِ الدِّيْنِ مِنَّا اس عبارت میں صوتی ہم آہنگی، سجع بندی، قافیہ کی رعایت اور تحریر کی شستگی دیکھیے "كانوا أعظم أجساما"، وأوفر مع أجسامهم أحلاما"، وأشد قوة، وأحسن بقوتهم للامور اتقانا" وأطول أعمارا، وأفضل بأعمارهم اختيارا" فكان صاحب الدين فى أمر الدين علما وعملا من صاحب الدين منا" یہ عبارت کتنی سلیس، سهل الالفاظ، مفہوم اور مانوس ہونے کے ساتھ کتنی خوبصورت اور شیریں ہے۔

۵۔ اسی طرح ابن المقفع نہایت سلیس اور بہترین پیرایہ میں قریب المعنی اور بعید المنی الفاظ کو یکجا استعمال کرتا ہے، اور مترادفات کی بھر مار کر دیتا ہے، صوتی ہم آہنگی اور سجع بندی بھی باقی و برقرار رہتی ہے، یہ کتنی سلیس اور پیاری صوتی ہم آہنگی اور الفاظ کے تتبع پر مشتمل عبارت ہے:

"فَمُنتهٰى عِلمِ عالِمِنَافِي هٰذاالزَّمانِ أَن يَأْخُذَ مِن عِلمِهِم، وَغايةُ إحسانِ مُحسنِنَاأن يَقتَدِيَ بِسِيرتِهِم، وَأَحسنَ مَايصيبُ مِن الحديثِ مُحدِّثُنَاأَن يَنظُرَفِي كُتُبِهِم۔ فَيكونُ كَأَنَّهُ إِيَاهُمْ يُحاوِرُ، وَمِنهُم يَستَمِعُ، وَآثَارَهُم يَتَّبِعُ، وعلىٰ أفعالِهِمْ يَحتَذِيْ، وبِهِم يَقْتَدِيْ" یہاں پر جملے کی انتہا "هم" پر ہوتی ہے، اور یہ "الفاظ" "يأخذ من علمهم"، "يقتدى بسيرتهم" اور "ينظر فى كتبهم" ایک معنی اور مفہوم میں نظر آتے ہیں۔

اور دوسری عبارت "فَيكونُ كَأَنَّهُ إِيَاهُمْ يُحَاوِرُ، وَمِنهُم يَستَمِعُ، وَآثَارَهُم يَتَّبِعُ، وعلىٰ أفعالِهِمْ يَحتَذِيْ، وبِهِم يَقْتَدِيْ" میں "يحاور"، "يستمع"، "يحتذى"، "يقتدى" ہم مثل ہم وزن الفاظ ہیں، یہ عبداللہ بن مقفع کا اسلوب نگارش اور اچھوتا تحریری وصف ہے، جو اس کو دیگر ادیبوں سے ممتاز کرتا ہے۔

۶۔ اسی طرح الفاظ کی بندش اور سجع کی برقراری، چھوٹے چھوٹے، مفہوم اور بامعنی الفاظ میں معانی کی ادائیگی یہ عبداللہ بن مقفع کا خصوصی فن ہے، جو سب کے لئے جاذب نظر، قلب ونگاہ کو موہ لینے والا ہوتا ہے "وَلَم نَجِدْهُم غادَرُوا شَيئًا يَجِدُ واصِفٌ بليغٌ فِي صِفَةٍ لَهُ غايةً لَم يَسبَقُوهُ إِليها: لَا فِي تَعظيمِ لِلّٰهِ (عزوجل) وترغيبٍ فِيمَا عِندَهُ، وَلا فِي تَصغيرٍ لِلدُّنيَاوَتزهِيدٍ فِيها، وَلا فِي تَحريرِ صُنوفِ الْعِلمِ وَتقسيمِ قِسَمِهَاوَتَجزِئَةِ أجزائِهاوَتوضِيحِ سُبُلِهاوَتبيِينِ مآخِذِهَا، ولا فِي وَجهٍ مِن وُجوهِ الأَدبِ وَضُروبِ الأَخلاقِ۔" اس عبارت میں یہ الفاظ "تعظيم"، "تصغير"، "تزهيد"، "تحرير"، "تقسيم"، "تجزية"، "توضيح" ان مختلف الفاظ کو تحریر میں کتنے خوبصورت اور دلکش انداز میں پرو دیا گیا ہے، جو فصاحت وبلاغت اور قافیہ بندی کا اعلی نمونہ نظر آتا ہے۔

2.12 خلاصہ

یہ عبداللہ ابن المقفع کی مشہور کتاب "الادب الکبیر" کا مقدمہ ہے، جس میں انھوں نے ماضی کے کبار اہل علم وفن اور ارباب حکمت ودانش کے فضائل وکمالات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ان کی یہ کتاب انہی متقدمین اہلِ علم وحکمت کے اقوال پر مشتمل ہے، ابن المقفع نے ان کو یکجا کر دیا ہے۔ اس

مقدمے میں وہ کہتے ہیں کہ پچھلے زمانے میں جو لوگ تھے، وہ ہم سے جسمانی اعتبار سے بھی مضبوط ہوتے تھے، ان کی زندگیاں بھی ہم سے لمبی ہوتی تھیں اور وہ علم وفن اور تجربہ وعقل کے اعتبار سے بھی ہمارے زمانے کے لوگوں سے برتر واعلیٰ ہوتے تھے؛ چنانچہ اس زمانے میں جو مذہب پسند یا مذہب پر عمل کرنے والے لوگ ہوتے تھے، وہ ہمارے زمانے کے مذہبی طبقات سے زیادہ باعمل اور مذہب پسند ہوتے تھے، جبکہ اس زمانے میں جو اہلِ دنیا یعنی دنیاوی امور میں مشغول رہنے والے لوگ ہوتے تھے، وہ بھی ہمارے زمانے کے اہلِ دنیا سے بہتر اور اعلیٰ ہوتے تھے۔ ابن المقفع نے اس مقدمے میں اسلاف کی علم دوستی وحکمت پسندی اور پھر اسے آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کرنے کے ان کے بے پناہ جذبے کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ علم حاصل کرنے میں نہایت اہتمام سے کام لیتے تھے اور اگر کبھی کسی ایسے مقام پر ہوتے، جہاں کوئی آبادی نہ ہوتی اور اس جگہ پر انھیں کوئی نئی بات معلوم ہوتی تو وہ اسے پتھروں پر لکھ دیتے تھے؛ اس لیے کہ وہ سوچتے تھے کیا پتا ہم یہاں سے اپنے گھر تک پہنچ پائیں یا نہیں اور ہماری زندگی کا سفر مکمل ہو جائے اور علم کی یہ نئی بات آنے والی نسلوں تک نہ پہنچ سکے، اسی لیے وہ اسے پتھروں پر لکھ کر ہی محفوظ کر دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے تقریباً ہر علم وفن پر اتنا کام کیا اور اتنی معلومات اکٹھا کر دی ہیں کہ بعد کے لوگوں کو کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہ گئی ہے، بس اتنا کرنا ہے کہ انھوں نے جو کہا یا لکھا اور محفوظ رکھا ہے، اس سے استفادہ کرکے اسے اگلی نسلوں تک منتقل کرتے رہنا ہے۔ ابن المقفع کہتے ہیں کہ چاہے عقائد اور عظمتِ باری تعالیٰ کی توصیف وتوضیح کی بات ہو یا دنیا کی بے وقعتی کو بیان کرنے اور اس سے بچنے کی تلقین کرنے کی بات ہو یا علم وفن کے انواع واصناف کا ذکر، اس کی تقسیم، اس کے ذرائع ووسائل کا بیان اور آداب واخلاق کی مختلف قسمیں، ہر موضوع پر انھوں نے کام کیا اور ہمارے لیے معتد بہ ذخیرہ چھوڑ گئے ہیں۔ ہمارے اسلاف نے علم وحکمت کو جمع کرنے کے سلسلے میں ایک ایسے شفیق باپ کا کردار ادا کیا ہے، جو یہ چاہتا ہے کہ آنے والی زندگی میں اس کے بیٹے کو رزق اور مال ودولت کے حصول میں کسی مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑے؛ چنانچہ وہ خود ہر قسم کی تکلیفیں سہہ کر اپنی اولاد کے لیے اموال واسباب اور جائداد جمع کر دیتا ہے، بالکل اسی طرح ہمارے اہلِ علم وحکمت اسلاف نے ہمیں محنت ومشقت سے بچانے کے لیے ہر قسم کے علوم وفنون کا قیمتی سرمایہ جمع کر دیا ہے، بس ہمیں اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔

اس کتاب کو ابن المقفع نے دو قسموں پر منقسم کیا ہے، پہلی قسم میں دو حصے ہیں، پہلے حصے میں آدابِ سلطانی کو بیان کیا ہے اور دوسرے حصے میں سلطان یعنی بادشاہ کی مصاحبت کے آداب وغیرہ بیان کیے ہیں، جبکہ دوسرے حصے میں دوستوں کے ساتھ معاملہ، دوستوں کے انتخاب، دوستی کی اہمیت، اچھے اور برے دوست کے فرق وغیرہ کو مختلف ابواب کے تحت بیان کیا ہے۔

2.13 نمونے کے امتحانی سوالات:

۱۔ درج ذیل عبارت پر اعراب لگایئے اور اس کا ترجمہ کیجئے؟

منتهى علم عالمنا في هذاالزمان أن يأخذ من علمهم،وغاية إحسان محسننا أن يقتدي بسيرتهم،وأحسن مايصيب من الحديث محدثنا أن ينظر فيكتبهم،فيكون كأنه إياهم يحاور،ومنهم يستمع،وآثارهم يتبع،وعلى أفعالهم يحتذي،وبهم يقتدي۔

۲۔ درج ذیل عبارت کی بحوالہ متن تشریح وتوضیح کیجئے

ولم نجدهم غادروا شيئا يجدو اصف بليغ في صفة له غاية لم يسبقوه إليها: لا في تعظيم الله(عز وجل)وترغيب فيما عنده،ولا في تصغير للدنياوتزهيد فيها،ولا في تحرير صنوف العلم وتقسيم قسمها وتجزئة أجزائها وتوضيح سبلها وتبيين مآخذها،ولا في وجه من وجوه الأدب وضروب الأخلاق۔فلم يبق في جليل الأمر ولا صغيره لقائل بعدهم مقال۔

۳۔ ان الفاظ کے معانی بیان کیجئے؟

تزهيد ضروب الأخلاق مؤونة الفطن العقد المنتقى غادر حاور المنتحل وجوه الأدب

حلم اقتداء غاية

۴۔ ابن المقفع کے حالات اور اس کے نگارشات پر روشنی ڈالئے؟

۵۔ فی فضل الأ قدمین کا خلاصہ بیان کیجئے؟

۶۔ صنف کا تعارف اور اس کی ہیئت وصورت کو تحریر کیجئے؟

۷۔ "فی افضل الأقدمین" کے متن کی خصوصیات اور اس کی اسلوبی امتیازات کو قلم بند کیجئے؟

2.15 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

۱۔ **الأدب الكبير ابن المقفع**

۲۔ الرائد فی الأ دب العربی، انعام الجندی

۳۔ الرائد، فی الأ دب العربی، احسان النص، خلیل ہنداوی، عمر یحی

۴۔ تاریخ الأ دب العربی، احمد حسن زیات

۵۔ تاریخ الأ دب العربی، العصر العباسی، شوقی ضیف